اردو کو ترجیح دی جائے

ڈاکٹر محمد شریف نظامی

قومی زبان کی جگہ آقاؤں کی زبان کا 66 سالہ تسلط ایک اچھنبے سے کم نہیں، آزادی ہند سے قبل مسلم لیگ نے متعدد بار اردو کو نوزائیدہ مملکت کی قومی زبان قرار دیا، قائداعظم نے اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر ڈھاکہ پہنچ کر اس کی متذکرہ حیثیت کا ڈنکے کی چوٹ اعلان کیا بلکہ ایک دفعہ یہاں تک فرمایا کہ "جو اردو کا مخالف ہے، وہ پاکستان کا مخالف ہے۔" مزید برآں ہر دستور میں اسے قومی زبان قرار دیا گیا، البتہ اس کے انگریزی کی جگہ مکمل نفاذ کے لئے دس یا پندرہ برس کی مدت مقرر کی جاتی رہی۔ 1973ء کے متفقہ آئین میں طے کر دیا گیا کہ اس کی شق 251 کی ذیلی دفعہ 2 کے تحت اردو کے دفاتر، عدالتیں، کاروباری اداروں اور جملہ تعلیم گاہوں میں مکمل طور پر نافذ العمل ہونے کی تاریخ 15 اگست 1988ء ہوگی، لیکن بدقسمتی سے ملک پر حاکم مٹھی بھر اقلیت نے اس کو کوئی حیثیت نہ دی اور آئے روز انگریزی کا تسلط بڑھتا ہی رہا۔ نتیجتاً ہماری قوم ترقی کی بجائے تنزل کے گڑھے میں بڑی تیزی کے ساتھ گرنے لگی ہے، گزشتہ سال لاہور بورڈ میں میٹرک کا امتحان دینے والے دو لاکھ طلباء میں سے 72000 انگریزی میں فیل ہونے کے سبب ناکام قرار دیئے گئے، ان اعداد و شمار کو پورے ملک میں پھیلائیے تو اب تک اپنے سابق آقاؤں کی ذہنی غلامی کرتے ہوئے ایک کروڑ سے زائد طلبہ کو ہم نے جہالت کے گڑھے میں گرا دیا، اس کے باوجود ایک انگریز پرست طبقہ کی ہی رٹ کہ آپ انگریزی کے بغیر ہرگز ترقی نہیں کر سکتے، اس موقع پر معروف شاعر انور مسعود کا یہ شعر قابل غور ہے:

دوستو انگلش ضروری ہے ہمارے واسطے　　فیل ہونے کو بھی اک مضمون ہونا چاہیے

شرح خواندگی کو دس سالوں میں سو فیصد کرنے کا صرف ایک ہی نسخہ ہے کہ میٹرک تک انگریزی کو دیگر آزاد ممالک کی طرح ایک اختیاری مضمون قرار دے دیا جائے، یہاں تک دیکھا گیا ہے کہ طلبہ کیمیا، فزکس اور ریاضی جیسے مضامین 80 فیصد کے لگ بھگ نمبر لے رہے ہوتے ہیں جبکہ انگریزی میں فیل، انگریزی کی غلامی میں ہم اس قدر راسخ ہو گئے ہیں کہ

ایم اے عربی، فارسی اور اردو میں ایم فل اور پی ایچ ڈی میں داخلہ لینے والے بھی انگریزی کا انٹری ٹیسٹ پاس نہ کرنے کے سبب دھتکار دیئے جاتے ہیں، جب جاپان 1945ء میں ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹمی حملوں کی بناء پر شکست فاش سے دوچار ہو چکا تھا تو امریکی فاتح جنرل میک آرتھر اور شکست خوردہ جاپان شہنشاہ ہیرو ہیٹو نام نہاد صلح کی شرائط طے کر رہے تھے، شہنشاہ نے شرائط مان لیں لیکن اپنے ملک میں نہ تو انگلش میڈیم تعلیم وتدریس قبول کی اور نہ ہی میٹرک تک انگریزی کو بطور مضمون ہی پڑھانے پر صاد رکیا، اس نے کہا ''ہمیں سب کچھ منظور ہے لیکن جاپانی نظام تعلیم اور زبان پر کوئی مصالحت نہیں کر سکتے۔'' بس یہی ایک شرط تھی، جسے منوا کر اس نے اپنے ملک کو غلامی سے بچالیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ چند سال کے اندر اندر ہی جاپان ایک معاشی قوت بن کر ابھرا، انگریزی قومی نقصان کا سبب بن رہی ہے؟ یہ حضرات اگر آئین پاکستان 1973ء کو ہی منصف مان لیں اور مہذب معاشرے ہمیشہ ایسا ہی کیا کرتے ہیں تو استحکام پاکستان کی اسلام کے بعد دوسری بنیاد اردو کے خلاف ان کی مخاصمت کا بہ طریق احسن مداوا ہو سکتا ہے۔

☆......☆......☆

اردو لغت نویسی کے ابتدائی نقوش

بعض محققین کے نزدیک اردو لغت نویسی کا پہلا دور وہ ہے جب عربی اور فارسی تصانیف میں اردو کے الفاظ، خواہ اپنی اصل شکل میں یا کچھ بدلے ہوئے روپ میں، داخل ہونا شروع ہوئے۔ مثلاً نجیب اشرف ندوی کا خیال ہے کہ اردو لغت نویسی کی بنیاد عرب اور ایران کے ان لوگوں نے رکھی جنھوں نے اپنی عربی اور فارسی میں لکھی گئی کتابوں میں برعظیم پاک وہند کی زبانوں کے الفاظ استعمال کیے۔

سید سلیمان ندوی نے ایسے عربی الفاظ دیے ہیں جن کی اصل اردو یا مقامی زبانیں ہیں، مثلاً بارجہ (بیڑہ)، بلنجہ (پلنگ)، صندل (چندن)، قرنفل (کرن پھول) اور بہط (بھات) وغیرہ۔ سید عبداللہ نے بھی قدیم عربی تصانیف میں موجود عربی الفاظ پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ حافظ محمود شیرانی نے اپنے مختلف مقالوں میں خاصی تفصیل سے بتایا ہے کہ آٹھویں اور نویں صدی ہجری کی کن کن تالیفات میں اردو کے الفاظ ملتے ہیں اور مختلف ادوار میں عرب سیاحوں اور تاریخ نویسوں نے اپنی کتابوں میں برعظیم کے کون کون سے مقامی الفاظ استعمال کیے ہیں۔ مثال کے طور پر انھوں نے لکھا ہے کہ مسعودی ہندوستان کے مشہور میوے آم کو ''انبج'' کے نام سے یاد کرتا ہے، اصطخری نیبو کے ذکر میں لکھتا ہے کہ سندھی زبان میں اسے لیموں کہتے ہیں اور البیرونی نے ''کتاب الہند'' میں سنسکرت اور اردو کے سینکڑوں الفاظ استعمال کیے ہیں۔ دراصل شمالی ہند میں اردو کئی سو سال تک محض بول چال کی زبان رہی اور فارسی کے غلبے کی وجہ سے اردو کو تصنیف وتالیف میں استعمال نہیں کیا گیا۔ اس زمانے میں عربی اور فارسی کی کتب تواریخ اور دیگر موضوعات پر لکھی گئی تصانیف میں اردو کے الفاظ، محاورے اور فقرے بکھرے پڑے ہیں۔ ان تصانیف میں سے کچھ یہ ہیں: طبقات ناصری، قران السعدین، دیول رانی خضر خان، سیر الاولیا، تاریخ فیروز شاہی، کتاب باراہی، مفرح القلوب، تاریخ داؤدی، تاریخ ہمایونی، توزک جہانگیری، خیر المجالس، خزائن الفتوح وغیرہ۔